اشاعتِ اسلام کے لیے رسول اللہ ﷺ کے استعمال کردہ ابلاغی ذرائع

Communications used by Profhet Muhammad (S.A.W)

for the promotion and propagation of Islam

ڈاکٹر عصمت آراء[1]

Abstract

The significance of the revolutionary movement of Islam is that within a short span of 23 years it completely transformed a society of backward Arabs. No doubt the will of Almighty Allah is behind this great success, but no one can under estimate the vision and timely decisions of the Holy Prophet Peace Be Upon Him. Islam is a unique religion in the sense that it was completely dominated and became a formidable force within the life time of the Holy Prophet (MPBUH).

This paper is an attempt to review the communication strategies acquired by Holy Prophet (MPBUH) for the promotion and propagation of the Islamic teachings and philosophy and the use of different modes of communication of that time. The Holy Prophet SAW used all communication methods of his time for Tableegh. He not only used the prevailing media of his time but in real sense invented methods to appeal the minds of the people. In this paper an exploratory research effort is made to have a deep insight into the methods of communication used by the Holy Prophet SAW for the propagation of Islam (nationally and internationally) in an era, when there was a no concept of technology and modern media.

خلاصہ

اسلام کی انقلابی تحریک کی ایک خوبی ۲۳ سال کے مختصر عرصے میں اس کے متعارف ہوکر کامیابی سے ہمکنار ہونے اور اس کی حقیقی تعلیمات پر مشتمل ایک معاشرت ومملکت کی تشکیل ہے۔ اسلام کو حاصل ہونے والی کامیابیوں کے پیچھے تائید وحکمت الٰہی کے بعد پیغمبر آخر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدبرانہ فیصلوں کا ہاتھ تھا۔ صرف اسلام کو یہ منفرد اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ اور اس دین کی مکمل تاریخ کو جزئیات سمیت ابتدا ہی میں کمال درجے کی احتیاط کے ساتھ مدون ومرتب کرنے کا اہتمام کیا گیا۔ اس مقالے میں ان معتبر بنیادی اور ثانوی ماخذات کے ذریعے اسلامی فلسفے کی ترویج واشاعت

[1] (اسسٹنٹ پروفیسر) شعبہ ابلاغِ عامہ، جامعہ کراچی

کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استعمال کردہ ابلاغی ذرائع کا احوال پیش کیا گیا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دور کے تمام ممکنہ ومیسر ابلاغی واسطوں کو استعمال کیا۔ان میں عربوں کے قومی مزاج ورواج سے متاثر ہوکر استعمال کردہ ابلاغی ذرائع کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے اختراع کردہ ذرائع ابلاغ بھی شامل تھے۔یہ مطالعہ انکشافی (Exploratory) تحقیق کے ذریعے ٹیکنالوجی کی عدم دستیابی کے اس ابتدائی دور میں اسلام کی عرب اور بین الاقوامی سطح پر تبلیغ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استعمال کردہ ذرائع ابلاغ کے خدوخال نمایاں کرنے کی ایک سعی ہے۔

ذرائع ابلاغ ،ابلاغی سرگرمی کا آغاز کرنے والے یعنی ماخذ (Source) کے پیغام کو وصول کنندہ تک پہنچانے کا وسیلہ ہوتے ہیں۔ان کے ذریعے ہی خیالات،احساسات،فلسفے،نظریات وغیرہ کا تبادلہ واشتراک عمل میں آتا ہے کیوں کہ یہ نہ صرف پیغام کے تیارکنندہ (ماخذ) کے مافی الضمیر کی ترسیل کرتے ہیں بلکہ وصول کنندگان کے جوابی ردعمل کو بھی ماخذ تک پہنچانے میں ممدومعاون ثابت ہوتے ہیں۔آج ذرائع ابلاغ کی اصطلاح جدید ٹیکنالوجی سے مزّین ابلاغی واسطوں کے لیے مستعمل ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اعجاز ہے کہ آج سے چودہ صدیاں قبل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹیکنالوجی اور برقیاتی خصوصیات سے مبرّا ذرائع کا استعمال کرکے اسلام کے فلسفے کو جزیرہ نماعرب کے طول وعرض سے نکال کر اقوام عالم کو اس کی تبلیغ کی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان ذرائع ابلاغ میں سے کچھ کا تعلق عربوں میں مستعمل ابلاغی ذرائع سے تھا جب کہ کچھ اسلام کی اشاعت کے لئے صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے استعمال کئے۔تبلیغِ دین کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اختیار کردہ حکمتِ عملی کا عملی اظہار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استعمال کردہ ذرائع ابلاغ کے انتخاب سے بھی ہوتا ہے۔یہاں ان کا اختصار سے ایک جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

ا۔ زبان:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ مذہب کے لیے جس پیرائے میں گفتگو کرتے وہ خود ایک اہم ذریعۂ ابلاغ تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبیلہ قریش میں ولادت اور بنوسعد میں تربیت کا اہتمام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قادرالکلام بنانے کا الٰہی انتظام تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کارنبوت کے لئے تیار کرنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت کا اہتمام ہوازن کے قبیلے بنوسعد میں کیا (دائی حلیمہ کا تعلق اسی قبیلے سے تھا)۔ابن سعد یحییٰ بن یزید السعدی سے روایت کرتے ہیں کہ

> "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم سب میں زیادہ فصیح میں ہوں۔اس لئے کہ میں قریش سے ہوں اور میری زبان بنی سعد بن بکری کی زبان ہے (جو فصحائے عرب مشہور تھے)
>
> ۔ا۔

ایک موقع پر حضرت ابوبکرصدیق ؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم تمام عرب کے لہجے اور مقامی بولیاں سمجھ لیتے ہیں اور ہر قبیلے سے اس کی زبان میں گفتگو کرتے ہیں یہ علم وادب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس طرح حاصل ہوا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

"میرے رب نے مجھے سلیقہ اور ادب سکھایا ہے اور میری خوب خوب تربیت فرمائی" ۔ ۲۔

سید عزیز الرحمن اپنی کتاب "خطابت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ("(2009 میں قاضی عیاض کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ

"اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرب کی تمام (مختلف) زبانیں سکھادی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر قوم سے اسی کی زبان میں خطاب فرماتے تھے اور اسی قبیلے کے محاورے میں گفتگو فرماتے تھے۔۔۔۔۔جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث وسیرت میں غور وفکر کیا ہے، اس پر یہ بات واضح ہوگئی ہے اور یہ حقیقت سامنے آگئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام جیسا قریش، انصار، اہل حجاز، و اہل نجد کے ساتھ ہوتا تھا ویسا انداز کلام اس وقت نہیں ہوتا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذی المشعار ہمدانی، طہفتہ النہدی، قطن بن حارثہ، اشعث بن قیس اور وائل بن الحجر الکندی سے گفتگو کے وقت اختیار فرماتے تھے جو حضرموت اور یمن کے روساء اور امراء میں سے تھے" ۳۔

۲۔ کتابت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گو لکھنے پڑھنے پر قدرت نہیں رکھتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحریر کی اہمیت سے بہ خوبی آشنا تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن شریف کی آیات کی تحریر کا اہتمام کیا اور یہی نہیں بل کہ وحیٔ خفی کی روشنی میں کون سی آیات کہاں آئیں گی یہ ہدایات بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاتبینِ وحی کو دیتے تھے تاکہ نازل شدہ قرآن حکیم، لوحِ محفوظ میں موجود کتاب اللہ کے مطابق ہو جائے۔

اسلام کے آغاز میں 17 افراد لکھنا پڑھنا جانتے تھے یہی وجہ ہے آغازِ وحی ہی سے قرآن کی کتابت کا اہتمام کیا جاتا تھا۔اس زمانے میں قرآن مجید کی کتابت مندرجہ اشیاء پر کی جاتی تھی۔

۱۔ کھجور کی شاخیں ۲۔ پتھر کی سلیٹ ۳۔ جلد ۴۔ موٹی شاخوں کی تختیاں
۵۔ کھال ۶۔ جھلی ۷۔ اونٹ یا بکری کی ہڈیاں جو چوڑی ہوتی تھیں اور اگر رگڑ کر صاف کرلیا جائے تو تختی کی صورت ہوجاتی تھیں
۸۔ ریشمی کپڑا ۹۔ قرطاس (ایک طرح کا موم جامہ) کیا ہوا کپڑا ۴۔

کتابت کے لئے کاتبین مقرر تھے جو قرآن پاک کے علاوہ مختلف چیزیں مثلاً معاہدات، تبلیغی خطوط، خطوط کے جواب، ہدایت نامے وغیرہ تحریر کرتے تھے۔تاریخ اسلامی کی کتابوں میں ان کاتبین کے نام ان کو تفویض کردہ شعبوں کی وضاحت کے ساتھ

درج ہیں۔ علامہ شہید مرتضیٰ المظہری نے تاریخ یعقوبی کے حوالے سے لکھا ہے۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب جو وحی الہیٰ، مکتوبات اور معاہدے لکھا کرتے تھے ان کے نام یہ ہیں، علیؓ بن ابی طالب، عثمانؓ بن عفان، عمرؓ بن عاص بن امیہ، معاویہؓ بن ابی سفیان، شرجیل بن حسنہ، عبدؓ اللہ سعد بن ابی سرح، مغیرہؓ بن شعبہ، معاذؓ بن جبل، زیدؓ بن ثابت، حنظلہؓ بن ربیع، ابیؓ بن کعب، جہیمؓ بن صلت حصین نمیری" ۵۔

اسی طرح مسعودی نے اپنی کتاب "التنبیہ والاشراف" میں ایک حد تک تفصیل سے ہر کاتب کے فرائض اور اس کے دائرہ عمل کی وضاحت کی ہے جس سے اس کام کی تنظیم اور باہمی تقسیم کا بہ خوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مسعودی کے مطابق:

"خالد بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبدشمس بن مناف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہونے والے جملہ امور کے بارے میں لکھا کرتا تھا۔ مغیرہ بن شعبہ ثقفی اور حصین بن نمیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش آمدہ حوائج وضروریات سے متعلق لکھتے تھے۔ عبداللہ بن ارقم بن عبدیغوث زہری اور ملا بن عقبہ لوگوں کے مابین قرضوں کے لین دین اور دیگر عہد و پیمان اور معاملات کے بارے میں تحریر کرتے تھے۔ زبیر بن عوام اور جہیم بن صلت اموال صدقات کو منضبط کرتے تھے۔ حذیفہ بن یمان حجاز کی زمینوں کی آمدن کے تخمینے کا ریکارڈ رکھتے تھے۔ معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی جو بنی اسد کا حلیف تھا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غنیمتوں کو ضبط تحریر میں لاتا تھا۔ شاہان عالم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراسلت کا شعبہ زید بن ثابت کے سپرد تھا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے فارسی، رومی، قبطی اور حبشی زبانوں کے ترجمہ کا کام بھی سرانجام دیتے تھے۔ ٦۔

حضرت زید بن ثابت کا اپنا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"میرے پاس مختلف خطوط آتے رہتے ہیں اور میں یہ بات پسند نہیں کرتا ہوں کہ ان خطوط کو ہر کوئی پڑھے۔ تو کیا تم عبرانی زبان کا لکھنا پڑھنا سیکھ سکتے ہو یا یوں فرمایا کہ کیا تم سریانی کا لکھنا پڑھنا سیکھ سکتے ہو۔" میں نے عرض کیا "ہاں" چناں چہ میں نے سترہ دن میں وہ زبان سیکھ لی۔" ۷۔

حضرت زید بن ثابت نے نہ صرف عبرانی اور سریانی زبانیں سیکھیں بلکہ وہ فارسی، رومی، قبطی اور حبشی زبانیں بھی جانتے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ان زبانوں کی ترجمانی کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔

۳۔ میلے/بازار بہ طور ذریعۂ ابلاغ:

عربوں میں عہد جاہلی سے مختلف مقامات پر سالانہ میلے اور بازار لگتے تھے اور تجارتی لین دین کی غرض سے مختلف علاقوں سے عرب قبائل یہاں جمع ہوتے تھے ان بازاروں میں اشیائے تجارت کے علاوہ زبان وادب کا تبادلہ بھی ہوتا تھا۔ یہ میلے اور بازار

صحرائے عرب کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے افراد کو یکجا کرنے کا باعث بنتے تھے۔ وسائل اور ٹیکنالوجی کی عدم دستیابی کے اس دور میں اسلام کے آفاقی پیغام کے ابلاغ عامہ کے لئے ان کا انعقاد بہترین مواقع تھے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میلوں میں مقیم قبائل عرب کے پاس فرداً فرداً جاتے اور انھیں اسلام کی دعوت قبول کرنے کا کہتے تاہم ابتداً میلوں بازاروں میں دی جانے والی ان دعوتوں کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔

بازاروں میں جا کر تبلیغِ دین اور اس پر کفار مکہ کی مخالفت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچائی جانے والی ایزاء کے متعلق طارق بن عبداللہ المحاربیؓ سے مروی ہے کہ

> "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بازار ذی المجاز میں دیکھا کہ یہ فرماتے جاتے تھے کہ اے لوگو 'لا الہ الاّ اللہ' کہو فلاح پاؤ گے اور ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے پتھر مارتا جاتا تھا۔ جس سے جسم مبارک خون آلود ہو گیا اور ساتھ ساتھ کہتا جاتا تھا " یا ایھا الناس لاتطیعو ہ فانہٗ کذاب" اے لوگو! اس کی بات نہ سننا یہ جھوٹا ہے" ۸۔

۴۔ پہاڑ کی چوٹی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوتِ اسلام کی طرف لوگوں کو راغب کرنے کے لیے دیئے جانے والے مواعظ کی ادائیگی کے لیے مختلف پہاڑوں کی چوٹیوں کا انتخاب کیا۔ علی الاعلان دعوت کے الٰہی حکم کی تکمیل کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے کوہِ مروہ اور پھر کوہِ صفا کی چوٹی کا انتخاب کیا۔

۵۔ پشت ناقہ:

پیغام کو افراد کی ایک بڑی تعداد تک پہنچانے کے لیے کسی اونچے مقام کا انتخاب موئثر رہتا ہے۔ جس سے سامنے موجود حاضرین تک نہ صرف مقرر کی آواز صاف انداز پہنچتی ہے بلکہ مقرر کے اعضاء وجوارح کی حرکات کا بھی راست مشاہدہ کیا جاسکتے ہے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عربوں کے رواج کے مطابق جانور پر سوار ہو کر بھی مسائل کی تشریح فرمائی۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص کی کتاب المناسک میں روایت ہے کہ

"عبداللہؓ بن عمرو بن عاص نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار ٹھہرے رہے" ۔۹۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی پر کہاں اور کس موقع پر ٹھہرے رہے اس کی وضاحت انہی راوی کی اسی تسلسل میں بیان کردہ ایک اور حدیث میں ہے کہ

> "عبداللہ بن عمرؓ سے (روایت ہے) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع میں ٹھہرے رہے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسئلے پوچھنے لگے۔۔۔ پھر اس دن جو بات کسی نے پوچھی جس کو اس نے آگے کیا تھا یا پیچھے کیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی جواب دیا اب کر لے کچھ حرج نہیں" ۔ ۱۰۔

۶۔ منبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبات دینے کے لئے لکڑی کا ایک منبر بنوایا۔اس کے دو زینے اور پھر نشست گاہ تھی۔اس کی تعمیر کا سن 7 یا 8 ہجری بتایا جاتا ہے۔تاہم طبری نے 8 ہجری کو ثابت قرار دیا ہے۔۱۱؎

۷۔ مکبّر:۔

مکبّر سے مراد اونچی اور خوش الحان آواز والے وہ افراد ہیں جو پیغام کی، بڑی تعداد والے مجمع کو ترسیل کے لیے تعینات کئے جاتے ہیں۔ یہ بہ طور آلۂ مکبّر الصوت یعنی Loud Speaker کام کرتے ہیں یعنی ماخذ کے پیغام کو وصول کر کے اس کی ترسیلی حد (Range) کو بڑھانے (amplify) کا باعث ہوتے ہیں۔آج بھی عوامی ابلاغ میں حاضرین کی ایک بڑی تعداد سے ابلاغ کے لیے آلۂ مکبر الصوت (Loud Speaker) کی جدید صورتوں کو استعمال کیا جاتا ہے جن کا مقصد افراد کے مجمع کے آخر میں موجود حاضرین تک آواز/ پیغام کی ترسیل ہوتا ہے۔

اس کی وضاحت ہلال بن عامر کے والد کے اس بیان سے ہوتی ہے جس میں حضرت علیؓ کا بہ طور مکبر کام کرنا ثابت ہے

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خچر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر سرخ چادر تھی حضرت علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے لوگوں تک ارشادات پہنچا رہے تھے"۱۲؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ڈیڑھ لاکھ کے قریب مجتمع افراد کی ایک کثیر تعداد سے ابلاغ کے لیے انھی مکبروں کا استعمال کیا۔مکبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطبے کے ایک ایک حصے کو سن کر اسے ہو بہو دہراتے جس سے افراد کی کثیر تعداد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کا ابلاغ عامہ ممکن ہو پاتا اور جب حاضرین کے آخر میں بیٹھے افراد سے یہ اطلاع ملتی کہ ہم نے سن لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خطبے کا اگلا حصہ بیان فرماتے۔۱۳؎

ڈاکٹر سید اسعد گیلانی اپنی کتاب "رسول اکرم ﷺ کا پیغام" میں رقم طراز ہیں کہ

"(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) وقوف عرفات کے موقع پر جبل الرحمۃ پر چڑھ کر اپنا شہرہ آفاق خطبۂ حجۃ الوداع دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاروں طرف ایسے افراد مقرر کئے گئے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر ہر جملے کو مکبروں کی طرح با آواز بلند دہراتے تھے۔اس طرح تقریباً ڈیڑھ لاکھ حاضرین اس کو بہ خوبی سن رہے تھے"۱۴؎

نعیم صدیقی نے اس صورت حال کی منظر کشی ان الفاظ میں کی ہے کہ

"چاروں طرف مکبر کھڑے تھے جو ایک ایک جملہ کو دہراتے جاتے تھے اور اس تدبیر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سارے مجمعے کے کانوں تک پہنچ رہے تھے"۱۵؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خطبہ نہ صرف جبل الرحمۃ پر دیا بلکہ کتبِ احادیث وسیر میں یہ بھی وضاحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اونٹنی قصواء پر بیٹھ کر دیا۔گویا عوامی ابلاغ کے اس وقت کے مستعمل ذرائع ابلاغ کا استعمال کرنے

کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حقیقت سے آشنا تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز کی رسائی ڈیڑھ لاکھ افراد تک نہیں ہو سکے گی اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف افراد کو بہ طور مکبر کھڑا کیا۔

ان مکبروں میں سے ایک نام کی نشان دہی تاریخ طبری اور سیرت النبی ﷺ ابنِ ہشام دونوں میں کی گئی ہے۔ طبری نے عباد سے جب کہ ابنِ ہشام نے ابنِ اسحاق سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفات میں کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے اور ربیعہ بن امیہ خلف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جملوں کو بلند آواز سے سب کو سنانے کے لیے دہراتے جاتے تھے۔ ۱۶؎ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک جملہ علاحدہ علاحدہ ربیعہ بن امیہ بن خلف کو کہتے اور وہ آگے لوگوں کو سناتے۔ ربیعہ بن امیہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھڑے تھے ان سے خطبے کے دوران طرز تخاطب کی وضاحت ابن ہشام نے یوں کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرماتے

"لوگوں سے کہو کہ اے لوگو! رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں تم جانتے ہو کہ یہ کون سے مہینہ ہے؟ ربیعہ لوگوں سے کہتے ۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیعہ سے فرماتے کہ ان سے کہہ دو کہ" ۱۷؎ اس طرح خطبے کے تمام مندرجات مجمع میں حاضر تمام افراد تک پہنچتے۔

۸۔ خفیہ شعار:(Secret Codes)

عام طور پر پیغام رسانی کے لیے خفیہ شعار کا استعمال بھی کیا جاتا ہے۔ اس کا مقصد پیغام کو صرف اس کے وصول کنندہ کے لیے قابلِ فہم بنانا ہوتا ہے۔ جنگوں میں اہم دفاعی رازوں کی حفاظت کے لیے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خفیہ شعار (Secret Codes) کا استعمال بھی کرتے تھے خبر رسانی کے لیے اختیار کردہ ان خفیہ شعار کی نشان دہی ابنِ ہشام نے کی ہے،

> راوی کے مطابق فتح مکہ اور حنین اور طائف میں مہاجرین کا شعار یا بنی عبد الرحمٰن تھا اور انصار کا یا بنی عبد اللہ تھا۔ ۱۸؎

> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استعمال کردہ خفیہ شعار کے متعلق جامع ترمزی کی حدیث ہے کہ "حضرت مہلب بن ابو صفرہ کسی ایسے شخص سے نقل کرتے ہیں کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر رات کے وقت تم لوگوں پر حملہ کر دیا جائے تو تمہارا شعار یہ ہے "حٰم لا ینصرون" اس باب میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے بھی روایت نقل کی ہے" ۱۹؎

خفیہ شعار کے استعمال کی صراحت سریہ غالب بن عبد اللہ اللیثی میں ملتی ہے۔ اس میں صفر ۸ ھجری میں غالب بن عبد اللہ اللیثی الکدیر کے مقام پر بنی الملوح کی جانب گئے تھے۔ بنی اسلم کے ایک آدمی نے بیان کیا کہ اس سریہ میں ان کا شعار "امت امت" تھا۔ ۲۰؎

گو یہ شعار کس نے مقرر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا عبد اللہ اللیثی نے اس کی وضاحت موجود نہیں تاہم رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھیجے گئے سریہ میں یہ شعار استعمال کیا گیا تھا۔

۹۔ شاعری:

عرب قبائل میں خطباء کے علاوہ شعراء کو بھی اہم مقام حاصل تھا۔ ہر قبیلے کے اپنے خطیب اور شعراء ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد بھی عربوں کے شاعرانہ مزاج پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ خلّوت ہو یا جلّوت، رزم ہو یا بزم، عرب مسلمان اپنے جذبات کا بے ساختہ اظہار اشعار ہی سے کرتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اچھے شعر سننا پسند فرماتے تھے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاعری کو پاکیزگی خیال سے آشنا کیا اور ہر قسم کی اخلاق باختہ شاعری کو ممنوع قرار دیا۔

شاعری کی اثر آفرینی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"بے شک بعض بیانات جادو ہوتے ہیں اور بے شک بعض شعر دانائی ہوتے ہیں۔" ۲۱۔

اسی طرح حضرت بُریدہ نے فرمایا

"اِنّ مِن الشعر حکماً یوں ہے کہ شعری نصیحتوں اور مثالوں سے لوگوں کو نصیحت کی جائے۔" ۲۲۔

عربوں میں سفر یا مختلف کاموں کو کرنے کے دوران شعر پڑھنے کا رجحان بھی پایا جاتا تھا۔ سفر ہو یا کسی پُر مشقت کام کی مشغولیت، شاعری کوئے میں پڑھنے کے اس رواج کا بنیادی مقصد وقت کو بہتر انداز میں کاٹنا تھا۔ جس سے پُر مشقت کام کی تھکان بھی محسوس نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موجودگی میں صحابہ کرامؓ کے اشعار کے پڑھے جانے کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان اشعار کا جواب رجز کی صورت ہی میں دیا۔

صحیح بخاری میں خندق کھودنے کے متعلق انسؓ سے مروی ہے کہ انصار اور مہاجرین مدینے کے گرد خندق کھودنے کے دوران اپنی پیٹھ پر مٹی ڈھو رہے تھے اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے۔

نحن الذین بایعوا محمدا — علی الجهاد ما یقینا ابدا

اپنے پیغمبر محمد ﷺ سے یہ بیعت ہم نے کی — جب تک ہے زندگی اسلام پر قائم سدا

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو یہ پڑھ کر جواب دے رہے تھے۔

اللهم انه لا خیر الا خیر الأخرة — تبارك فی الانصار و المهاجرة

فائدہ جو کچھ کہ ہے وہ آخرت کا فائدہ — کردے بابرکت تو انصار اور مہاجر کو اے خدا ۲۳۔

تاہم بعض روایتوں میں آخر الذکر شعر کا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیر کے دوران پڑھنا بھی ثابت ہے۔ غزوۂ خندق کے حوالے سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عبداللہ بن رواحہ کا یہ رجز پڑھنا بھی ثابت ہے کہ

اللهم لولا انت ما اهتدینا — ولا تصدقنا ولا صلینا

تو ہدایت گر نہ کرتا تو کہاں ملتی نجات — کیسے پڑھتے ہم نمازیں کیسے دیتے ہم زکوٰۃ

فانزلن سکینۃً علینا — و ثبت الاقدام ان لا قینا
اب اتار ہم پر تسلی او شہہ عالی صفات — پاؤں جموا دے ہمارے دے لڑائی میں ثبات

ان العداء قد بغو علینا — اذا ارادوا فتنۃً ابینا
بے سبب ہم پر یہ کافر ظلم سے چڑھ ہیں — جب وہ بہکائیں ھم سنتے نہیں ان کی بات ۲۴؎

کتبِ تاریخ و احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختلف رجز محفوظ ہیں۔ جنگ حنین میں جب مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر طرف سے گھیر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خچر سے اترے اور یہ رجز پڑھا

انا النبی لا کذب — انا ابن عبد المطلب
میں نبی برحق ہوں اور — میں عبد المطلب کا پوتا ہوں ۲۵؎

اسی طرح غزوہ احد میں جب لڑائی کا توازن مسلمانوں کے خلاف ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت کی خبر سن کر ابو سفیان نے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے زندہ ہونے کے بارے میں سوال کیا۔ مسلمانوں کی جانب سے پہلے خاموشی اور بعد میں حضرت عمرؓ کے سب کے زندہ ہونے کی خبر دینے پر ابوسفیان نے مسلمانوں کی اس بہ ظاہر شکست کو بدر کا بدلہ قرار دیا اور فخریہ انداز میں یہ مصرعہ پڑھا

أُعل هُبل أُعل هُبل — اے ہبل تو اونچا ہو جائے ہبل

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا" تم اس کو جواب نہیں دیتے" انھوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" ہم کیا جواب دیں" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
یوں کہو

اللہ اعلیٰ و اجل
سب سے اونچا ہے وہ خدا اور سب سے رہے گا وہ اجل
جس پر ابوسفیان نے یہ مصرعہ پڑھا

ان لنا العزی ولا عزی لکم
ہمارا عزیٰ ہے تمہارے پاس عزیٰ کہاں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا اس کو جواب نہیں دیتے صحابہؓ نے عرض کیا کیا جواب دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم یوں کہو

اللہ مولانا ولا مولا لکم
ہمارا مولا ہے خدا تمہارے پاس ہے مولیٰ کہاں ۲۶؎

سننِ ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسانؓ (بن ثابت شاعر) کے لیے مسجد میں منبر رکھواتے تو اس پر کھڑے ہو کر ان کی ہجو کرتے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کی ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک روح القدس بھی حسان کے ساتھ ہے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے لڑتے رہیں گے۔۲۷۔

۱۰۔ خبرنویسی/ جاسوسی:

دشمن کی حربی چالوں سے باخبر رہنے کے لیے عہد جاہلی سے عربوں میں جاسوسی کا نظام رائج تھا۔ یہ جاسوس زبانی بھی خبریں فراہم کرتے تھے اور کبھی ان کی دی گئی اطلاعات خطوط/ رقعوں کی صورت میں بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجی جاتی تھیں۔ خفیہ خبر نگاری کے لیے خواتین کو بھی استعمال کرنے کے شواہد موجود ہیں۔ ایسا ہی ایک خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں حاطب بن ابی بلتعہ (جو مسلمان تھے) نے اپنے گھر بار کو بچانے کے لیے قریشِ مکہ کو مسلمانوں کی پیش قدمی کی پیشگی اطلاع کے لیے ایک عورت (شاید سارہ نامی ذمی کافرہ) کے ذریعے روانہ کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ کے ذریعے وہ خط پکڑوایا۔۲۸۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی خفیہ خبر نگاری کے ذریعے دشمن کی نقل و حرکت سے باخبر رہتے تھے۔ عالیہ ابراہیم ڈیکروری نے Margoliouth کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں مستعمل ابلاغ کے تین مختلف طریقہ کار کی نشان دہی کی ہے

"قاصد کبوتر (Carrier pigeons) جو پیغامات کی ترسیل کرتے، خاص طرح کے اشارات کا تبادلہ (خفیہ کوڈ) تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ پیغام خفیہ ہی رہا اور سڑک کے اطراف دستوں (Scoutes) اور جاسوسوں (Spies) کی تعیناتی تاکہ مسلمان اس بات سے آگاہ ہو سکیں کہ قافلے اس علاقے میں پہنچنے والے ہیں"۲۹۔

جاسوسی کی غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کو بھی روانہ کرتے تھے۔ جاسوسی کا یہ کام اتنی اہمیت کا حامل تھا کہ اس کے کرنے والے افراد کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا حواری قرار دیا۔ اسی ضمن میں روایت ہے کہ

"جابرؓ نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خندق کے دن فرمایا بنی قریظہ کی خبر کون لاتا ہے (سب چپ ہو رہے) زبیر نے کہا میں لاتا ہوں پھر آپؐ نے فرمایا بنی قریظہ کی خبر کون لاتا ہے زبیر نے کہا میں لاتا ہوں آپؐ نے فرمایا ہر پیغمبر کا ایک حواری (سچا مددگار) ہوتا ہے، میرا حواری زبیر ہے۔"۳۰۔

۱۱۔ خطباتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

خطبہ عوامی ابلاغ کا ایک ایسا ذریعہ ہے جس میں افراد کی ایک خاطر خواہ تعداد سے مخاطب ہوا جاتا ہے۔ عوامی ابلاغ عوامی

مقامات (Public Places) پر وقوع پذیر ہوتا ہے۔اس لئے خطبات کی ادائیگی بھی عموماً عوامی مقامات پر ہی کی جاتی ہے۔ خطبات اپنی نوعیت کے لحاظ سے ترغیبی ہوتے ہیں۔ان کی ادائیگی کا ایک مقصد عوام الناس کو کسی ضروری اطلاع کی فراہمی کے ساتھ اس کی تعبیر وتشریح بھی فراہم کرنا ہوتا ہے تاکہ عوام کو ایک بہتر طرزِ عمل یا خیال کی طرف راغب کیا جائے اور انھیں اپنا ہم خیال وہمنوا بنایا جائے۔

سید عزیز الرحمن نے خطبات کی مختلف مصنفین کی تعریفات بیان کی ہیں۔جن میں تعیم الاحسان المجد دی کے مطابق:

"خطابت ایسا منضبط ومرتب کلام ہے جس کے ذریعے کوئی فرد قائل کرنے کی غرض سے کسی جماعت کو خطاب کرتا ہے"۳۱۔

جبکہ ارسطو نے خطابت کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ

"خطابت ایسا ملکہ ہے جس کے ذریعے ان تمام امور پر نظر رہتی ہے جو سامعین کو ہر مسئلے میں مطمئن کرنے کے لئے درکار ہیں"۳۲۔

مواعظ وخطبات کی ادائیگی سے دوسروں کو قائل کرنے اور انھیں اپنا ہم خیال بنانے کے لیے جن مقتضیات کی موجودگی ضروری سمجھی جاتی ہے ان میں خطیب کا فنِ خطابت میں ماہر ہونا اور فصیح وبلیغ کلام کی ادائیگی پر قدرت رکھنا بھی شامل ہے۔خطابت کو ایک فن تصور کیا جاتا ہے کیوں کہ عوام کے مجمع سے اعتماد وبلاغت سے اس طرح خطاب کرنا کہ وہ نہ صرف خطبہ میں بیان کردہ نکات کو غور سے سنیں بلکہ اس پر غور وفکر کرنے کے ساتھ اس کے درست ہونے پر یقین بھی کریں اور نتیجتاً اس کی اثر آفرینی سے متاثر ہو کر عملی زندگی میں اسے اختیار بھی کرلیں۔ٹیکنالوجی کی عدم دستیابی میں مشینی اعانت سے مبرّا بین الافرادی ابلاغی صورتوں میں اس سے بہتر ذریعہ ابلاغ کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔تاہم گذرانِ وقت کے ساتھ جدید ٹیکنالوجی کی آمد واستعمال نے اس کی اہمیت میں کمی تو کجا بلکہ اس کی اثر آفرینی کی حد (Range) میں کئی چند اضافہ ہی کیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تبلیغ واشاعتِ مذہب وعقیدے کے لئے ہر دور میں خطبات کا استعمال کیا گیا۔اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کو خطابت کی یہ صلاحیت ودیعت کی۔مواعظ وخطبات عوامی ابلاغ کا ذریعہ متصور کئے جاتے ہیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کی محفوظ کردہ جزیات، اعمال، اقوال اور احادیث وغیرہ میں سے صرف انہی اقوال کو خطبات کے زمرے میں شامل کیا جائے گا جس میں عوامی ابلاغ (Public Speaking) کا رنگ غالب ہو۔مثلاً جسے یا تو کسی اونچی جگہ کھڑے ہو کر عوام کو متوجہ کر کے دیا گیا ہو یا جس کے آغاز میں پوری قوم یا افراد کی کثیر تعداد کو اے لوگو کہہ کر مخاطب کیا گیا ہو یا جس کے متعلق صحابہ کرامؓ کے بیان میں یہ صراحت ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا۔یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبات کا جائزہ دو حوالوں سے لیا جارہا ہے۔

ا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ دینے کا طریقۂ کار اور کیفیت

۲۔ اسلوبِ خطبات

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ دینے کا طریقہ کار اور کیفیت:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبات کی ادائیگی کھڑے ہو کر کرتے ابوداؤد میں اس کی صراحت حضرت جابر بن سمرہؓ کی روایت میں ہے کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ دیتے۔۔۔" ۳۳۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبات کی ادائیگی کے وقت لاٹھی یا کمان کا سہارا لیتے تھے۔ ۳۴۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر عصا کا سہارا بھی لیتے ابن ماجہ میں اس کی مزید صراحت کچھ یوں ہے کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب میدان جہاد میں خطبہ ارشاد فرماتے تو کمان کا سہارا لے کر کھڑے ہوتے، اور جب جمعے میں خطبہ ارشاد فرماتے تو عصا کا سہارا لیتے' ۳۵۔

اسی طرح مقامات خطبات کے ضمن میں پہاڑ کی چوٹی منبر مسجد اور پشت ناقہ کا بھی تذکرہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ دین میں اپنا پہلا خطاب پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہو کر ہی کیا۔ ان تمام مقامات وعظ اور کیفیات سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام طور پر اونچی جگہوں کا انتخاب کیا کیوں کہ اس طرح حاضرین کو اپنی جانب متوجہ کرنے کا پورا موقع میسر ہوتا ساتھ ہی اونچے مقام کے انتخاب یا کھڑے ہونے سے نہ صرف آواز دور تک پہنچتی تھی بل کہ حاضرین کے ردعمل سے بھی بھرپور آگاہی ہوتی۔ اپنے بہت سے خطبات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال و جواب کا طریقہ بھی اپنایا اور سامعین سے جواب کی درست وصولی کے لیے مقرر کا سامنے اور قدرے اونچے مقام سے حاضرین کو دیکھنے کے قابل ہونا سودمند ہوتا ہے۔ خطبہ حجۃ الودع کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاضرین سے مختلف سوالات (اس دن اور اس مہینے کا نام وغیرہ) پوچھے لیکن حاضرین نے پہلے خاموشی اختیار کی اور درست جواب نہ سوجھنے پر یہی کہا کہ

"اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے"

اور جب حاضرین سے مکمل ردعمل موصول ہو گیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدوی عربوں کی ذہنی استطاعت کو سمجھتے ہوئے جان مسلم کی اہمیت باور کروائی۔

فرمایا، اے لوگو، قیامت تک کے لیے تمھارا خون اور تمھارا مال اسی طرح تم پر حرام ہے دس طرح آج کے دن اور اس مہینے کی حرمت ہے۔ ۳۶۔

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے خطبہ کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوش و جذبہ کی کیفیات کا تذکرہ مختلف احادیث و سیر کی کتابوں کے حوالے سے یوں بیان کیا ہے کہ

"موقع کی مناسبت سے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوش میں آتے تو آنکھیں سرخ ہو جاتی

تھیں۔آواز گرجدار، بلند ہوتی جاتی تھی۔اللہ کی قوت و جبروت اور اس کی ہیبت کے سامنے کائنات کی حقیر حیثیت کا ذکر ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر غصے کے آثار نمایاں ہوجاتے تھے۔جوش خطابت کے عالم میں انگلیاں اٹھتی جاتی تھیں اور یوں لگتا تھا جیسے آپ لشکر اسلام کو جہاد کے لئے ہاتھ کے اشاروں سے جوش دلا رہے ہیں۔جسم مبارک جھومنے لگتا تھا۔کبھی مٹھی بند کر لیتے،کبھی کھول دیتے تھے۔۳۷۔

۲۔ اسلوب خطبات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبے کا آغاز سلام کے ذریعے کرتے تھے جس کا بنیادی مقصد لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا اور انھیں خطبہ سننے کی طرف مائل کرنا تھا۔

"حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ منبر پر چڑھتے ہی لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کرتے، السلام علیکم،اسی سنت پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بھی عامل رہے"۳۸۔

خطبات کا آغاز بالعموم اللہ تعالیٰ کی حمد وتسبیح سے ہوتا اور اس کے ساتھ ہی صلوٰۃ بھی پڑھتے تھے۔کہیں خطبات کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد گناہوں پر استغفار اور دعا کا اہتمام بھی فرماتے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حمد وثناء کے بعد اور اصل مضمون کے آغاز سے قبل "امابعد" کا استعمال بھی کرتے تھے۔امابعد کے کلمے کے استعمال کے آغاز کے بارے میں اختلاف ہے۔ایک قول کے مطابق حضرت داؤدعلیہ السلام نے اس کا آغاز کیا۔دوسرے قول کے مطابق حضرت یعقوب علیہ السلام اور اگلے چار اقوال عہد جاہلی کے عرب خطباء کے متعلق ہیں جو بالترتیب یعرب بن قحطان،کعب بن لوئی،سحبان بن وائل اور قس بن ساعدہ ہیں۔۳۹۔عزیز الرحمن نے حضرت داؤدعلیہ السلام سے منسلک قول کو درست قرار دیا ہے تاہم ڈاکٹر لیاقت علی نیازی نے قس یا قیس بن ساعدہ الایادی جونجران کا پادری اور خطیب تھا کو اس کلمے کا موجد قرار دیا ہے۔۴۰۔

حاضرین کو کسی معاملے کی سنگینی سمجھانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشبیہات کا سہارا بھی لیتے تھے اور یہ امثال و تشبیہات اتنی عام فہم ہوتیں کہ سب کچھ کسی اضافی مشقت کے بغیر ذہن نشین ہوجاتا حضرت معاویہؓ کہتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت مسلمہ میں پیدا ہونے والے تہتر (73) فرقوں کا تذکرہ کیا اور کہا کہ "ان میں سے بہتر (72) جہنمی ہیں اور ایک جنتی ہے یہی جنتی گروہ جماعت ہے۔سنو اور باور کرلو میری امت میں ایسی قومیں بھی نکلنے والی ہیں جن کے رگ و پے میں خواہش اس طرح سرائیت کرجائیں گی جیسے باؤلے کتے کے کاٹے کا زہر اس شخص کے رگ و پے میں رچ جاتا ہے جسے وہ کاٹ لے، کہ اس کا زہر باد ہر ہر ہڈی اور ہر ہر جوڑ میں اثر کرجاتا ہے"۴۱۔

اور آخر میں اسلوب بیان کے درجہ کمال پر مشتمل اس خطبے کا بیان کہ جس میں مال غنیمت کی تقسیم پر انصار ومہاجرین کے

درمیان ہونے والے سخت مکالمے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان کردہ وہ ایک تاریخ ساز جملہ کہ جسے رہتی دنیا تک جتنی مرتبہ بھی پڑھا جائے گا امت مسلمہ کی آنکھیں بے اختیار نم ہو جائیں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حجرے سے باہر آ کر خطبے میں پہلے اسلام پر کئے گئے انصار کے تمام احسانات کو گنوایا اور آخر میں کہا کہ

> "میں ایسے لوگوں کو دے رہا ہوں جن کا کفر کا زمانہ ابھی گذرا ہے (روپیہ دے کر ان کا دل ملاتا ہوں) کیا تم لوگ (انصاریوں) اس پر خوش نہیں ہوتے وہ لوگ (اپنے اپنے گھروں کو) دنیا کا مال اسباب لے کر لوٹیں اور تم اللہ کے رسول کو لے کر اپنے گھروں کو لوٹو، خدا کی قسم تم جس کو لے کر لوٹتے ہو وہ (کہیں) اس سے بہتر ہے جس کو وہ لے کر لوٹتے ہیں۔" ۴۲

ان خطبات میں سب سے زیادہ اہمیت کا حامل خطبۂ حجۃ الوداع ہے۔ سن ۱۰ ہجری کو رسول اللہ علیہ آلہ وسلم نے اپنی زندگی کا پہلا اور آخری حج ادا کیا۔ عمرِ مبارک کے اس حج کے آخری ہونے کا ادراک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی تھا لہٰذا اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیان کردہ خطبے میں تا قیامت عالم اسلام کے لیے اہم اصول اختصار کے ساتھ بیان کئے۔

مغرب نے انسانوں کے حقوق کا ادراک جون 1215 میں Magna Carta یعنی عظیم منشور (Great Charter) کی منظوری کے ذریعے کیا۔ یہ تریسٹھ (۶۳) دفعات پر مشتمل ایک تفصیلی دستاویز تھی۔ ۴۳ اسی طرح عالمی سطح پر انسانیت کے حقوق کی ضمانت کے لیے اقوام متحدہ نے 10 دسمبر 1948 کو تیس (۳۰) دفعات اور ان کی تفصیلی وضاحت پر مبنی The Universal Declaration of Human Rights منظور کیا۔ ۴۴

موجودہ دور میں انسانیت کے حقوق کے تحفظ کے لیے بہ طور مثال (Model) ان ہی دونوں عالمی دستاویزات کو پیش کیا جاتا ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کا منشورِ اعظم اول الذکر دونوں حقوق انسانی کے منشوروں سے کئی صدیاں قبل 632ء میں پیش کیا۔

آج چارٹر یا منشور کے معیاری ہونے کا ایک پیمانہ ان کی ضخامت کو بھی تصور کیا جاتا ہے کہ اور ایک عام خیال یہی ہے کہ منشور جتنا تفصیلی ہوگا وہ اتنا ہی انسانی حقوق کی تفصیلات کی جزیات کا احاطہ کیے ہوگا۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیش کردہ انسانیت کا یہ منشورِ اعظم اپنے تمام تر اختصار کے باوجود مثالی معاشرے کی تشکیل کی تمام ضروری جزیات سے مزین ہے۔

اپنے اس آخری خطبے کا آغاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء، گناہوں پر استغفار و مدد کی خواستگاری، نفس اور اعمال کی معصیتوں سے اللہ کی ہدایت اور پناہ کی طلب، اور خدا تعالیٰ کے واحد لاشریک ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اللہ کے بندے اور رسول ہونے کی گواہی دینے سے کیا۔

عہدِ جاہلی کو خیر باد کہے کیوں کہ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدّو عربوں سے گفتگو کے لیے سوال و جواب کا طریقہ کار اپنایا اور عربوں میں عہد جاہلی سے محترم دن، مہینے وغیرہ کی نشان دہی کے لیے استفسار کیا اور پھر جواباً

انسانی جان و مال اور عزت و آبرو کی حرمت کو حج کے دن اور اس حرمت والے مہینے کے مساوی باور کروایا۔

اس خطبے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرز خطاب کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حاضرین کو متوجہ کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جا بجا صاحبان، اے لوگو، مسلمانوں اور غور سے سنو کے الفاظ ادا کئے تا کہ حاضرین پوری دل چسپی سے اس کے مندرجات کو سنیں اور اپنے حافظوں میں محفوظ کرلیں۔

اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر ضروری معاملے پر خدا کو بارہا گواہ بنایا کبھی یہ عمل ہر اگلی نصیحت کے بعد اور کہیں نصیحتوں کے ایک سلسلے کے بعد انجام دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے

یا اللہ! تو گواہ رہیو کہ میں نے مسلمانوں کو یہ تنبیہ بھی کر دی ہے۔ ۴۵؎

اس خطبے کے اختتام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہی جانے والی دو باتیں بہت اہمیت کی حامل ہیں جن کا براہِ راست تعلق کارِ نبوت سے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کو گواہ بناتے ہوئے لوگوں سے سند طلب کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کی ذمہ داری پوری کی یا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اے اللہ کیا میں نے تیرے احکامات بندوں کو پہنچا دیئے، سب حاضرین نے عرض کیا ہاں بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکاماتِ الٰہی ہم کو پہنچا دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے اللہ تو گواہ ہو جا۔ ۴۶؎

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاضرین پر اس خطبے کے بیان کو رہتی دنیا کے لوگوں تک پہنچانے کی ذمہ داری عائد کرتے ہوئے فرمایا

''جو لوگ اس مجمع میں موجود ہیں ان پر فرض ہے کہ یہ نصائح ان لوگوں کے سامنے بیان کریں جو اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں''۔ ۴۷؎

اس ضمن میں طبقات ابنِ سعد کا بیان ہے کہ

"یہی ہوا بعض لوگ جس کو پہنچا وہ ان سے زیادہ حافظ ہوئے جس سے انھوں نے سنا" ۴۸؎

۱۲۔ مکتوباتِ نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم:

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جدید ٹیکنالوجی کی عدم دستیابی کے اس قدیم دور میں اندرون ملک اور بالخصوص بیرون ملک رابطے کا موثر ذریعہ خطوط ہی تھے۔ اسلام کی دعوت کو جزیرۂ عرب سے نکال کر اقوامِ عالم میں وسعت کی غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد خطوط تحریر کروائے۔ ان خطوط کے بارے میں تاریخ و سیر میں کافی تفصیلات موجود ہیں۔ کتب حدیث و سیر و تاریخ میں دستیاب ان خطوط کی تعداد ڈھائی سو(۲۵۰) یا تین سو(۳۰۰) کے قریب بتائی جاتی ہے۔ ان میں سے ایک سو انتالیس (۱۳۹) مکمل اور اصل متن کے ساتھ میسر ہیں جب کہ بقیہ کے مفہوم کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ۴۹؎ ان میں تین خطوط اپنی اصلی حالت میں بھی دریافت ہوئے ہیں۔ یہ خطوط ۶ ھجری بہ مطابق ۶۸۸ء میں مختلف حکمرانوں کو تبلیغ دین کے مقصد سے ارسال کیے گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن تمام صحابہ ؓ کو جمع کیا اور خطبہ دیا

"ایھا الناس خدا نے مجھ کو تمام دنیا کے لئے رحمت اور پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔تم میری دعوت کو تمام عالم میں پہنچاؤ اور میرے بارے میں اختلاف نہ کرو جیسا کہ حواریوں نے عیسیٰؑ بن مریم کے متعلق کیا تھا۔" ۵۰۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیصرِ روم، شہنشاہِ عجم، عزیزِ مصر اور روسائے عرب کے نام دعوت اسلام کے خطوط ارسال فرمائے۔اس مقصد کے لئے مختلف صحابۂ کرام کو بھیجا گیا۔ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

۱۔	حضرت دحیہؓ بن خلیفۃ الکلبی	قیصر روم
۲۔	حضرت عبداللہؓ بن حذافہ سہمی	خسرو پرویز
۳۔	حضرت حاطبؓ بن (ابی) بلتعہ	عزیزِ مصر
۴۔	حضرت عمروؓ بن امیہ	نجاشی بادشاہِ حبش
۵۔	حضرت سلیطؓ بن عمر بن عبدشمس	روسائے یمامہ
۶۔	حضرت شجاعؓ بن وہب الاسدی	رئیس حدود شام حارث غسانی ۵۱۔

مکتوباتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جن لوگوں سے خطاب کیا گیا ہے وہ چار مشہور مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد تھے۔مشرکینِ عرب، عیسائی، یہودی اور زرتشی (مجوسی)۔بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مکتوبِ گرامی اہلِ سندھ کی جانب بھی ارسال فرمایا تھا۔جو نتیجہ خیز ثابت ہوا اور سندھ کے کچھ لوگ مشرف با اسلام ہو کر بارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔

ہرقل اور مقوقس کے نام جو خطوط لکھے گئے ان میں اپنے اسم گرامی کے ساتھ عبداللہ (خدا کا بندہ) خصوصیت کے ساتھ لکھا گیا جس میں لطیف پیرائے میں یہ سمجھانا مقصود تھا کہ خدا کا رسول، خدا کا بندہ ہوتا ہے۔

یہ فرامینِ رسالت مندرجہ ذیل اجزائے ترکیبی پر مشتمل ہیں۔

۱۔ شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
۲۔ بحیثیت مرسل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ گرامی مع ضروری صفات اور کوئی ایسا لفظ جن سے من جانب کا مفہوم ادا ہوتا ہو۔
۳۔ مکتوب الیہ کا نام مع لقب۔
۴۔ امن وسلامتی کا مفہوم ادا کرنے والا فقرہ۔
۵۔ نامہ مبارک کا مضمون مختصر، پرزور اور شستہ الفاظ میں۔
۶۔ آخر میں مہر رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۵۲۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خطوط مختلف بادشاہوں کو بھجوائے ان پر اُس وقت کے دستور کے مطابق اپنی مہر بھی

ثبت کی اس مہر نبوت کے متعلق صحیح بخاری میں روایت ہے کہ

"انس بن مالکؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے (عجم یا روم کے بادشاہ کو) ایک خط لکھا یا لکھنے کا قصد کیا۔ لوگوں نے آپؐ سے عرض کیا، وہ لوگ (عجم یا روم کے) وہی خط پڑھتے ہیں جس پر مہر لگی ہو تو آپؐ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی، اس پر یہ کھدا تھا محمد رسول اللہ، انسؓ نے کہا گو یا میں اس انگوٹھی کی سفیدی آپؐ کے ہاتھ میں دیکھ رہا ہوں"۔ ۵۳۔

عرب میں خطوط پر مہر لگانے کے رواج کا آغاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خط کی صفائی اور وضاحت کا بہت خیال رہتا۔ احادیث مبارکہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

" کاغذ کو موڑنے سے پہلے اس کی سیاہی کو ریگ ڈال کر خشک کرلو، یا یہ کہ حرف " س " کے تینوں شوشے برابر دیا کرو اور اس کو بغیر شوشوں کے نہ لکھا کرو، یا یہ کہ لکھتے ہوئے اگر کچھ رکنا پڑے تو کاتب کو چاہیے کہ قلم اپنے کان پر رکھ لے کیوں کہ اس سے لکھوانے والے کی زیادہ آسانی سے یاددہانی ہوجاتی ہے۔" ۵۴۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیرون ملک بھیجنے کے لیے سفیروں اور قاصدوں کا انتخاب بھی حکمت وتدبر سے کیا کیوں کہ کہا جاتا ہے کہ ہر سفیر اور قاصد کو دیکھ کر لوگ بادشاہ کے کردار اور اس کی عقلمندی کے بارے میں رائے قائم کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصر کے شاہ مقوقس کے دربار میں حاطب بن ابی بلتعہ کو بھیجا تھا جن کی ذہانت کی تعریف خود شاہ مقوقس نے کی اور کہا کہ

"معلوم ہوتا ہے تمہارا بھیجنے والا بہت ذہین اور سمجھ دار ہے" ۵۵۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان مکتوبات کے تین مجموعے کتابی صورت میں دستیاب ہیں ان میں مندرجہ ذیل کتب شامل ہیں۔

۱۔ مکتوبات نبوی ﷺ، از، مولانا سید محبوب رضوی

۲۔ بلاغ المبین، از، مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی

۳۔ سیاسی وثیقہ جات از عہد نبوی ﷺ تا خلفائے راشدین، از، ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدرآبادی

متذکرہ بالا کتب میں سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی کتاب ان کے پی ایچ ڈی کی تکمیل کے لیے لکھے گئے مقالے پر مشتمل ہے۔ ساتھ ہی یہ کتاب اول الذکر دونوں کتابوں کے بعد سند واحتیاط کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھ کہ جمع ومدون کی گئی ہے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکتوبات کے جائزے کے لئے اس ہی کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدرآبادی نے اپنی کتاب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں جتنے مکتوبات تحریر کروائے، ان تمام کو شامل کیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ خطوط مختلف اقسام کے تھے۔ ان خطوط کے متن کی نوعیت اور مقصد کے لحاظ سے

انہیں مندرجہ ذیل بنیادی زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ تبلیغی خطوط ۲۔ معاہدات ۳۔ امان نامے۔

۴۔ فرامین برائے احکامات ۵۔ فرامین برائے عطائے جاگیر وغیرہ ۶۔ تعزیت نامہ

ان میں دعوت دین کی تبلیغ کی غرض سے لکھے گئے خطوط کی تعداد بائیس ہے تاہم مولانا سید محبوب رضوی نے شاہ حبشہ نجاشی کو لکھے گئے تین علاحدہ خطوط کا تذکرہ کیا ہے جن میں سے دو خطوط تبلیغ دین کی غرض سے لکھے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطوط کا اسلوب تحریر:

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بات کو گھما پھرا کر کہنا ناپسند کرتے تھے اس لئے یہ خطوط صنائع وبدائع سے پاک تھے ان میں دعوت دین کے لیے بہت لمبی چوڑی تمہید باندھ کر نفس مضمون کا آغاز نہیں کیا گیا بل کہ ابتداء ہی دعوت دین سے کی گئی ہے۔

تبلیغ دین کی غرض سے لکھنے جانے والے ان خطوط کا اسلوب تحریر دوٹوک ہے۔ان میں کسی لگی لپٹی گفتگو کے بغیر بے باکانہ انداز میں دعوتِ اسلام پیش کی گئی۔مثلاً ھرقل بادشاہ روم کوارسال کردہ خط میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بسم اللہ سے آغاز اور ھرقل کو مخاطب کرنے کے بعد بغیر کسی تمہید کے تحریر کروایا کہ

"میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اگر تم اسلام قبول کرلو تو تم سے کوئی تعرض نہ ہوگا اور عند اللہ بھی دوگنا اجر ہے انکار کی صورت میں تم پر دوچند بار بھی ہے اپنے اور رعیت کے انکار کا" ۵۶۔

اسلامک انسائیکلوپیڈیا کے مطابق ''انھوں نے یہ خطوط بیت سادہ الفاظ اور انداز میں تحریر کئے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے)انھیں حیران کن حد تک تحمل اور اچھے انداز میں آگاہ کیا کہ وہ اپنی حکومتیں اپنے پاس رکھ سکتے ہیں وہ نہ تو ان کی حکومتوں میں کوئی دلچسپی رکھتے ہیں اور نہ ہی ان کے کوئی سیاسی مقاصد ہیں۔'' ۵۷۔

اختصار اور سادگیٔ بیان کی عکاسی ھرمزان عاملِ کسریٰ کو لکھے گئے اس مکتوب سے بہ خوبی ہوتی ہے جس میں انتہائی کم الفاظ میں سب کچھ کہہ دیا گیا

''ازطرف محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رسول اللہ بنام ھرمزان
میں تمھارے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرتا ہوں جس کے قبول کرنے سے تم سلامت رہ سکتے ہوں۔'' ۵۸۔

ماحصل:

تبلیغ دین کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام جملہ ممکنہ ومیسر ابلاغی واسطوں کو استعمال کیا۔ان میں عربوں کے قومی مزاج ورواج سے متاثر ہوکر استعمال کردہ ابلاغی ذرائع کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے اختراع کردہ ذرائع ابلاغ بھی شامل تھے۔عربوں کے رواج کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن ابلاغی ذرائع کا استعمال کیا ان میں۔

۱۔ زبان بہ طور موثر ذریعہ اظہار ۲۔ کتابت ۳۔ میلے اور بازار ۴۔ خطبات ۵۔ پہاڑی کی چوٹی ۶۔ پشت ناقہ ۷۔ شاعری
۸۔ جاسوسی وخفیہ شعار

شامل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالات واقعات کی نزاکت کے پیشِ نظران ذرائع ابلاغ استعمال کیا۔ ساتھ ان میں اصلاح احوال کے لئے اختراعات بھی کیں۔ مثلاً عربوں میں نسلی تفاخر کے اظہار کے لیے استعمال کردہ میلوں اور بازاروں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ دین کا ذریعہ بنایا۔ عرب عہد جاہلی میں پہاڑ پر چڑھ کر اعلان کرتے تھے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترمیم لاتے ہوئے بلند وبالا پہاڑوں کے پس منظر میں موجود ایک قدرے چھوٹی پہاڑی کا اس طرح انتخاب کیا کہ سامنے وادی میں حاضرین مجتمع ہوں تاکہ آواز میں بازگشت (Eco) کا تاثر پیدا ہوا اور وہ افراد کی زیادہ تعداد کے لئے قابلِ سماعت ہو۔

اسی طرح عہدِ جاہلی میں خطبات اور فن خطابت کا استعمال علم الانساب اور نسلی تفاخر کے لئے کیا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں تربیت وتلقین اور اصلاحِ احوال کے لئے استعمال کر کے ان کا مصرف ہی بدل دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاعری کو ان غیر اخلاقی حدود سے آزاد کر کے پاکیزگیٔ خیال سے آشنا کیا۔ مختلف مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑھے جانے والے رجز اور شاعر اسلام حسان بن ثابتؓ اور حضرت کعبؓ کے جوابات نہ صرف مسلمانوں میں نئی روح پھونکنے کا باعث بنے بل کہ غیر مسلمین کو بھی اسلام کی طرف راغب کرنے کا باعث بنے۔

عربوں میں مستعمل ابلاغی ذرائع کے استعمال کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ دین کے لئے کچھ نئے ذرائع ابلاغ کا استعمال بھی کیا جن میں

۱۔ منبر مسجد کی تعمیر ۲۔ مکبروں کی تعیناتی ۳۔ تبلیغی خطوط کی ترسیل قابل ذکر ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکڑی کا ایک منبر باقاعدہ تیار کروایا جس پر کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبات ارشاد فرماتے تھے۔ اسی طرح خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر آواز کو پیغام کی دور تک ترسیل کے لئے اپنے اطراف مکبر تعینات کئے جنھوں نے ٹیکنالوجی کی عدم دستیابی کے اس قدیم دور میں بہ طور آلہ مکبّر الصوت (Loud Speaker) کام کیا۔

خطوط نویسی جو خبر اور خیریت رسانی بالخصوص جاسوسی کا ذریعہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اشاعت دین کے لئے بہ طور ذریعہ ابلاغ استعمال کیا۔ خطوط کے اس نئے مصرف کی ایجاد کی بہ دولت اسلام کی یہ دعوت بین الاقوامی سطح پر متعارف ہوئی۔ ان ذرائع ابلاغ کے مدّبرانہ استعمال ہی کی بدولت اسلام کی یہ دعوتی تحریک ۲۳ سال کے مختصر عرصے میں ایک مثالی کامیابی سے ہم کنار ہوئی۔

حوالہ جات

(References)

١ ابن سعد، محمد، (١٩٨٣ء)، مترجم علامہ عبداللہ العمادی، طبقات ابن سعد حصہ اول، نفیس اکیڈمی، اسٹریچن روڈ، کراچی، ص ص ١٦٠ تا ١٦١

٢ اظہر، ڈاکٹر ظہور احمد، (جنوری ١٩٨٤)، فصاحت، نبوی ﷺ، نقوش رسول ﷺ نمبر ادارہ فروغ اُردو، لاہور، ص ص ٣٣٩ تا ٣٤٠

٣ عزیز الرحمٰن، سید، (٢٠٠٩)، خطابتِ نبوی ﷺ، زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی، ص ص ٤٦ تا ٤٧

٤ قدسی، عبید اللہ، (جنوری ١٩٧٩ء)، رحمۃ اللعلمین، رشید اینڈ سنز، اردو بازار، کرچی، ص ١٧

٥ المظھری، علامہ شھید برتضیٰ (١٩٨٤) مترجم، نور الہیٰ ایڈوکیٹ، النبی الامی ﷺ، جلد ہفتم، نقوش رسول ﷺ نمبر، ادارہ فروغِ اردو، لاہور، ص ٢٢٧

٦ ایضاً

٧ ارشد، سید رشید احمد (١٩٨٣) عہدِ رسول ﷺ میں نظامِ تعلیم، نقوش رسول ﷺ نمبر، جلد چہارم، ادارہ فروغ اردو، لاہور، ص ١٣٤

٨ کاندھلوی، مولانا محمد ادریس، (جون ٢٠١٢)، سیرۃ المصطفیٰ ﷺ جلد اول، زمزم پبلشرز کراچی، ص ١٧٩

٩ بخاریؒ، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، (١٩٨٥ء)، علامہ وحید الزماں، صحیح بخاری شریف، جلد دوم، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ص ١٥٧

١٠ ایضاً

١١ طبری، علامہ ابی جعفر محمد بن جریر، (٢٠٠٣)، تاریخِ طبری: تاریخ الامم والملوک، جلد دوم، حصہ اول، دارالاشاعت، اُردو بازار ایم۔اے جناح روڈ، کراچی، ص ٣١٨

١٢ سجستانی، امام ابوداوٗد سلیمان بن اشعث، (٢٠٠٢)، مترجم، مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری، جلد دوم، پریڈ بک اسٹال، ٣٨۔اردو بازار لاہور، ص ١٦٦

www.nafseislam.com/en/literature/ahadees/sahaasitta/sunanibnedau/001/sunanibnedaudj1.htm

١٣ مرتضیٰ، متین الرحمن، (١٩٨٧)، دعوتِ دین میں اخبارات و رسائل کا کردار، انٹرنیشنل اسلامک یونی ورسٹی، قومی سیمینار، ٤ تا ٥ جون ١٩٨٧، ص ٩

١٤ گیلانی، ڈاکٹر سید اسد، (١٩٩٢ء)، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام، فیروزسنز، لاہور، ص ١٦٤

١٥ صدیقی، نعیم ((1986 محسن انسانیت ﷺ، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹیڈ، شاہ عالم، مارکیٹ، لاہور، پاکستان، ص ٥٨٣

١٦ طبری، بحولہ بالا، ص ٤٠٧

١٧ ابن ہشام، ابو محمد عبد المالک، (١٩٩٤)، مترجم سید یٰسین علی حسنی نظامی دہلوی، سیرت النبی ﷺ، جلد دوم، ادارۂ اسلامیات، لاہور۔کراچی، ص ٣٨٩

۱۸ ایضاً،ص ۲۷۴

۱۹ الترمذی، امام ابوعیسیٰ محمد ابنِ عیسیٰ، (س ن) مترجم مولانا ناظم الدین، جلد اول، مکتبۃ العلم، لاہور، ص ۸۴۰
www.holypearls.com/tirmizishareef1/

۲۰ ابنِ سعد، محمد، محولہ بالا، ص ص ۴۱۹ تا ۴۲۰

۲۱ سجستانی، ابوداؤد، جلد سوم، محولہ بالا ص ۵۶۹

۲۲ ایضاً، ص ص ۵۶۹ تا ۵۷۰

۲۳ بخاری جلد دوم، محولہ بالا، ص ۸۷

۲۴ ایضاً ص ص ۱۶۲ تا ۱۶۳

۲۵ طبری، جلد دوم حصہ اول، محولہ بالا، ص ۳۵۴

۲۶ بخاری جلد دوم، محولہ بالا، ص ص ۱۸۴ تا ۱۸۵

۲۷ سجستانی، ابوداؤد، جلد سوم، محولہ بالا، ص ص ۵۷۰ تا ۵۷۱

۲۸ بخاری جلد دوم، محولہ بالا، ص ص، ۱۸۵ تا ۱۸۶

۲۹ Dakroury, Aliaa Ibrahim, Communication and the Rise of Early Islamic Civilization (570-632) , http ://i-epistemology.net/ communication-a-human-development /284-communication-and-the-rise-of-early-islamic-civilization-570-632.html , 22 Nov, 2012,p76

۳۰ بخاری جلد دوم، محولہ بالا، ص ۹۰، اور ابنِ ماجہ، انمام حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید، مترجم، مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری، جلد اول،
www.nafseislam.com/en/literature/ahadees/sahaasitta/sunanibneMaja/001/sunanibnemaja/h

۳۱ عزیز الرحمٰن، (۲۰۰۹) محولہ بالا، ص ۱۱۳

۳۲ ایضاً، ص ۱۱۲

۳۳ سجستانی، امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث، (۲۰۰۲)، مترجم، مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری، جلد اول، پرید بک اسٹال، ۳۸۔اردو بازار لاہور، ص ص ۴۱۳

www.nafseislam.com/en/literature/ahadees/sahaasitta/sunanibnedau/001/sunanibnedaudj1. htm

۳۴ ایضاً، ص ص ۴۱۳ تا ۴۱۴

۳۵ عزیز الرحمٰن، (۲۰۰۹) محولہ بالا، ص ۱۵۵

۳۶ طبری، جلد دوم، حصہ اول، محولہ بالا، ص ۴۰۶

۳۷ اظہر، ڈاکٹر ظہور احمد، (۱۹۸۴)، فصاحت، نبوی ﷺ، نقوش رسول نمبر ﷺ، ادارہ فروغ اُردو، لاہور، جنوری ۱۹۸۴، ص ص ۳۶۲ تا ۳۶۳

۳۸ جوناگڑھیؒ، محمد محدث، (۱۹۸۲ء)، خطبات محمدیؐ، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، پاکستان، ص ۸۳

۳۹ عزیز الرحمٰن، (۲۰۰۹) محولہ بالا، ص ص ۲۵۱ تا ۲۵۶

۴۰ نیازی، محولہ بالا، ص ۱۱۷

۴۱ جونا گڑھی، محولہ بالا، ص ص ۶۸ تا ۶۹

۴۲ بخاری، محولہ بالا، جلد دوم، ص ۲۱۸

۴۳ *www.historylearningsite.co.uk/magna-carta.htm,22 sep,2014*

۴۴ *www.un.org/en/document/udhr/,22 sep,2014*

۴۵ مرتبہ حیدرآبادی، محمد حمید اللہ، (۱۹۶۰ء)، مترجم مولانا ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی، سیاسی وثیقہ جات، از عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تا بہ خلافتِ راشدہ، مجلسِ ترقیٔ ادب، نرسنگھ داس گارڈن، کلب روڈ، لاہور، ص ۲۲۴

۴۶ ابنِ ہشام، محولہ بالا، جلد دوم، ص ۳۸۹

۴۷ حیدرآبادی، ڈاکٹر حمید اللہ، (۱۹۶۰)، محولہ بالا، ص ۲۲۶

۴۸ ابنِ سعد، محمد، محولہ بالا، ص ۴۷۰

۴۹ رضوی، مولانا سیّد محبوب، (مئی ۱۹۷۸)، مکتوباتِ نبوی ﷺ، ادارہ اسلامیات، لاہور، ص ۲۵۲

۵۰ طبری، محولہ بالا، ص ۳۰۰

۵۱ نعمانی، علامہ شبلی، (۲۰۰۲ء)، سیرۃ النبیؐ، جلد اول، دارالحدیث بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، ص ۲۶۳

۵۲ رضوی، محولہ بالا، ص ص ۳۵ تا ۳۷

۵۳ بخاری، جلد اول، محولہ بالا، ص ص ۱۳۵ تا ۱۳۶

۵۴ حمید اللہ، (۱۹۸۳) محولہ بالا، ص ۱۲۳

۵۵ یونس، ڈاکٹر حافظ محمد، (۱۹۹۲)، رسول اللہ ﷺ کا سفارتی نظام، دارالفرقان، سیٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی۔ ص ۴۸

۵۶ حیدرآبادی، ڈاکٹر حمید اللہ، (۱۹۶۰)، محولہ بالا، ص ۵۱

۵۷ *Retrived from,http://islamicencyclopedia.org/public/index/topicDetail/id/585,date of access Dec27,2014*

۵۸ حیدرآبادی، ڈاکٹر حمید اللہ، (۱۹۶۰)، محولہ بالا، ص ۵۷